قرۃ العینین

فی تفریج القدمین

یعنی نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار کے برابر ہو



بقلم

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

علامہ سید عبد الحق شاہ ترمذی حنفی سیفی

ناشر

جامعہ امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی

بالمقابل شیل پٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن کراچی

یا اللہ جل جلالہ　　　　　　　　　　　　یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرة العينين
فی
تفريج القدمين

یعنی نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں
کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار کے برابر ہو

تالیف

علامہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی

ناشر

جامعہ امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

نام: قرۃ العینین فی تفریج القدمین

مصنف: علامہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی

ناشر: جامعہ امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ، اورنگی ٹاؤن، کراچی

تاریخ: شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ، بمطابق مئی ۲۰۱۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِیمِ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء کرام کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار کیا ہونی چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : محمد گلاب خان سیفی

الفتویٰ بعون رب المصطفیٰ علیه وعلی اله واصحابه افضل الصلوات والثناء مبسملاوحامداومصلیاومسلماوبعد:

نماز اللہ تعالیٰ کیلئے تضرع ،عاجزی اورخشوع کامقام ہے جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ:

وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ (238البقرة)

ترجمہ: اور کھڑے ہوجاؤ اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے کے ساتھ۔

تو نماز پڑھنامومن مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلاکیف ایک قسم کی معراج ہے۔ جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ الصَّلَاۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ۔نماز مؤمن کی معراج ہے۔تو چاہیئے کہ نماز بہت ہی زیادہ ادب واحترام ،سکون اورخضوع کےساتھ اداکیاجائے۔ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتاہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (1) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (2)

ترجمہ: تحقیق کےساتھ کامیاب ہوئے وہ مؤمنین جونماز میں اللہ سے ڈرتے ہیں اورعاجزی کرتے ہیں ۔مسلمان جب نماز اداکرے چاہے وہ امام ہو یامنفرد تو سنت یہ ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کو پیوست نہ رکھے بلکہ ان کے درمیان فاصلہ ہوناچاہیئے اس پرسب کااتفاق ہے۔اورعاجزی اورخشوع اورتضرع اس میں ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں

پاؤں کے درمیان میں فاصلہ نہ تو بہت کم ہو اور نہ ہی بہت زیادہ، لہٰذ فقہاء و مجتہدین احناف نے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں کے برابر بیان فرمایا ہے پس اس سے زیادہ اور اس سے کم مکروہ ہے اور یہ احناف کا مذہب ہے اور یہ شوافع کے نزدیک ایک بالشت کا فاصلہ ہونا چاہیئے اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ فاصلہ درمیانہ ہونا چاہیئے اس حیثیت کے ساتھ کہ نہ زیادہ پیوست ہو اور نہ زیادہ کشادہ۔

فقہ حنبلی کے عظیم فقیہہ علامہ ابن قدامہ حنبلی المقدسی (المتوفی 620 ھ)، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُفَرِّجُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ, وَلَا يَمَسُّ إحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى, وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ, لَا يُقَارِبُ وَلَا يُبَاعِدُ.

(المغني لابن قدامة، ج ۲ ص ۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں قدموں کے درمیان نہ بہت زیادہ فراخی اور نہ بہت زیادہ تنگی کرتے تھے بلکہ اس کے درمیان میں عمل کرتے تھے نہ زیادہ قریب اور نہ زیادہ دور۔

اسی وجہ سے ہمارے فقہ حنفی کے مشہور فقیہہ ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی 1252 ھ) لکھتے ہیں۔

وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا مِقْدَارُ أَرْبَعِ أَصَابِعِ الْيَدِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إلَى الْخُشُوعِ۔

ترجمہ: مستحب اور بہتر بات یہ ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کے برابر ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ حالت خشوع کے زیادہ قریب تر ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، دار الفکر-بیروت، ج ۱ ص ۴۴۴)

تو چار انگلیوں کی مقدار میں نماز ادا کرنا یہ دلیل ہے خشوع وخضوع کی اور بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کی، علامہ عبدالحی لکھنوی المتوفیٰ ۱۳۰۴ سنہ ھ لکھتے ہیں

ویستحب ان یکون بین الرجلین عندالقیام مقدارِاربع اصابع کمافی البزازیة وغیرھالکونه اقرب الی الخشوع۔

مستحب اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ حالت قیام میں دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کے برابر ہونا چاہیئے اس لئے کہ ایسی حالت میں نماز ادا کرنا خشوع، خضوع اور عاجزی کے قریب تر ہے۔

(السعایة لحل شرح الوقایة ۲/۱ باب صفة الصلوة)

حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری الحنفی (المتوفی 1069ھ) لکھتے ہیں اور یہی مسئلہ مراقی الفلاح اور طحطاوی نے بھی ذکر کیا ہے۔

"تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع" لأنه أقرب إلى الخشوع ويسن تفريج القدمين فی القیام قدر اربع اصابع۔

ترجمہ: نماز میں حالت قیام میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں کے برابر ہو اس لئے کہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۲۱۲، الطحطاوی ص ۱۴۳، نور الایضاح ۶۹)

نوٹ: دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں کے برابر رکھنا ان لوگوں کیلئے ہے جن کو کوئی عذر شرعی نہ ہو، رہے وہ لوگ جن کو عذر شرعی ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے فقہاء فرماتے ہیں:

ثم هذا التحدید لمن لیس له عذر أما اِذا کان به سمن أو أدرة ویحتاج اِلی تفریج واسع فالأمر علیه سهل۔

ترجمہ: پھر یہ حد اور اندازہ ان لوگوں کیلئے ہے جن کو عذر نہ ہو ورنہ ہر وہ شخص جو بہت زیادہ موٹا ہو یا خصیتین کے پھول جانے کی بیماری (Hydrocele) ہو اور وہ کشادگی کے ساتھ

کھڑا ہونے کا محتاج ہوتو اس کیلئے اس مسئلہ میں رعایت ہے اور اس پر گناہ نہیں ہے اگر وہ کشادگی کے ساتھ کھڑا ہو جائے کیونکہ وہ شرعاً معذور ہے۔

اور خلاصہ کیدانی کی شرح المبانی میں لکھا ہے کہ

وقدر هذا الحد "بأربعة أصابع من اليد متوسطة مضمومة۔"

اور یہ حد اور انداز ہ دونوں پاؤں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار ہونی چاہیئے جو متوسط اور پیوست ہونے کے ساتھ۔

(جامع المبانی ۲۴)

عبدالرحمن بن محمد عوض الجزيري (المتوفى 1360 :هـ) لکھتے ھیں۔

ومنها تفريج القدمين حال القيام، بحيث لا يقرن بينهما، ولا يوسع إلا بعذر، كسمن ونحوه وقد اختلف في تقديره في المذاهب:

ترجمہ: نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ حالت قیام میں نماز میں دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ اس طرح ہو کہ نہ زیادہ پیوست اور نہ زیادہ ہو مگر معذور جو بہت زیادہ موٹا ہو تو اس کیلئے کشادہ کھڑا ہونا جائز ہے اور ائمہ مذاہب اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختلاف کیا ہے۔

الحنفية :قدروا التفريج بينهما بقدر أربع أصابع، فإن زاد أو نقص كره.

احناف کے نزدیک دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار کے برابر ہو پس اگر اس سے زیادہ یا کم ہو تو یہ مکروہ ہے۔

الشافعية :قدروا التفريج بينهما بقدر شبر. فيكره أن يقرن بينهما أو يوسع أكثر من ذلك كما يكره تقديم إحداهما على الأخرى.

شوافع کے نزدیک دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ ایک بالشت کی مقدار کے برابر ہو پس دونوں پاؤں

کو پیوست کرنا یا ایک بالشت سے زیادہ کشادہ رکھنا یہ مکروہ ہے۔ جیسے کہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں سے آگے کرنا مکروہ ہے۔

المالکیة : تفریج القدمین مندوب لا سنة، وقالوا :المندوب هو أن یکون بحالة متوسطة۔

ترجمہ: اور مالکیوں کے نزدیک دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ مستحب ہے نہ کہ سنت، لہذا مستحب یہ ہے کہ درمیانی حالت میں کھڑا ہو (یعنی نہ زیادہ ملے ہوتے اور نہ زیادہ کشادہ) اور حنابلہ نے بھی ان کے ساتھ اس میں موافقت کی ہے لیکن سنت اور مستحب میں فرق نہیں کیا ہے۔ (چار انگلیوں کے بارے میں)

(الفقه علی المذاهب الأربعة۔ ج ۱ ص ۲۳۴)

علامۃ الحاجۃ نجاح الحلبی لکھتے ہیں۔

تفریج القدمین في القیام قدر أربع أصابع لأنه أقرب إلی الخشوع۔

دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ حالت قیام میں چار انگلیوں کی مقدار ہو کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔

(فقه العبادات علی المذهب الحنفي ج1 ص88)

ہمارے فقہ کے مشہور عالم امام لطف اللہ النسفی المشهور بالکیدانی اپنی کتاب خلاصہ کیدانی کے مستحبات کے باب میں لکھتے ہیں۔

والفصل بین القدمین قدر اربعة اصابع۔

اور نماز میں حالت قیام میں دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلیوں کی مقدار ہونا چاہیئے۔

(خلاصہ کیدانی ص ۲۷)

اور اس کی شرح میں العلامہ الشیخ عبد الغنی بن اسمعیل النابلسی الحنفی المتوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں۔

والثانی عشر:الفصل بالصادالمهملة أی التفریج بین القدمین قدرار بع اصابع من اصابع الیدمضمومة لأنه اقرب الی الخشوع وأتم فی تمکین القیام وذلک حالة القیام فی الصلاة ولو من الرکوع وکذلک فی حالة الرکوع۔ایضاً۔

ترجمہ: بارہویں فصل: صادمھملۃ کے ساتھ یعنی دونوں پاؤں کے درمیان کی کشادگی ہاتھ کی انگلیوں میں سے چارانگلیوں کے برابر ہوجوکہ پیوست ہوں کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔اورقیام پرقدرت پانے میں زیادہ اتم ہےاور یہ نماز میں حالت قیام میں ہوناچاہیئے اگرچہ رکوع میں ہواوراسی طرح حالت رکوع میں بھی چارانگلی کے برابر فاصلہ ہوناچاہیئے۔

(الجوہرالکلی ص ۱۹۵)

اورخلاصۂ کیدانی کی دوسری شرح میں الشیخ محمدحسن السنبھلی الحنفی لکھتے ہیں۔

والفصل بین القدمین قدرار بعةاصابع فی القیام فانه هوالظاهرفی استواءالقیام واستقامة حاله وهو الماثور او المقیس من السیر الماخوذةمن الاخبار او الآثار۔

اوردونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ حالت قیام میں چارانگلیوں کے برابر ہوناچاہیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس طرح کھڑے ہونے کی حالت برابراورمضبوط ہوتی ہےاور یہ قول منقول قیاساًلیاگیاہے۔

(العلق الشمسی البانی علی خلاصة الکیدانی ص ۱۷۹)

الشیخ الاجل والامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن الرشید البخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وینبغی ان یکون بین قدمیه اربع اصابع فی قیامه۔

اورمناسب ہے کہ قیام میں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ چارانگلیوں کی مقدارہوناچاہیئے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ا ص ۵۵)

اسی طرح ہمارے فقہ کی مشہور کتاب جامع الرموز میں ہے۔

واعلم ان الاولیٰ ان تکون بین قدمیه قدر اربع اصابع فی القیام کمافی خزانة المفتیین۔

اورجان لوکہ بہتریہ ہےکہ حالت قیام میں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ چارانگلیوں کی مقدارکے برابرہونا چاہیئے جیسےکہ خزانۃالمفتیین میں ہے۔

(جامع الرموز ج ا ص ٦٧)

اسی طرح ہمارے فقہ کے مشہورفتاویٰ الفتاویٰ العالمگیریہ میں ہےکہ

وینبغی ان یکون بین قدمیه اربع اصابع فی قیامه۔

اورمناسب ہےکہ نمازمیں حالت قیام میں دونوں پاؤں کادرمیانی فاصلہ چارانگلیوں کی مقدارکے برابرہونا چاہیئے۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ ج ا ص ٧٣)

شیخ الاسلام حضرت علامہ امام احمدرضاخان قادری افغانی ثم بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ٤٠٣ : ازاُجین مکان میرخادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان صاحب ٢٩ جمادی الاُخری ١٣١٢ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں، یہ میں نےکعبۃ اللہ میں دیکھا، اس کی کیاوجہ ہے؟ اورمذہب حنفیہ میں چارانگشت کے فاصلے پرایک پاؤں سے دوسراپاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہئے؟ بینواتوجروا۔

الجواب : چارہی انگل کافاصلہ رکھنا چاہئے یہی ادب اوریہی سنت ہےاوریہی ہمارے امام اِعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سےمنقول ہے۔

قال فی ردالمحتار ینبغی ان یکون بینهما مقدار اربع اصابع الید لا نه اقرب الی الخشوع هکذاروی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعله کذافی الکبری۔اھ

ردالمحتارمیں ہےکہ دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چارانگلیوں کی مقدارفاصلہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ خشوع

کے زیادہ قریب ہے۔ ابونصر دبوسی سے اسی طرح منقول ہے کہ وہ یہی کرتے تھے کذافی الکبرٰی اھ

(ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دھلی ۱/۲۹۹)

اقول بل فی نورالایضاح و شرحہ مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانہ اقرب الی الخشوع۔

(میں کہتا ہوں) بلکہ نورالایضاح اور اسکی شرح مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی میں ہے کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کو چار انگلیوں کے فاصلہ پر کھلا رکھنا سنّت ہے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اھ

(مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرم باغ کراچی ص ۱۴۳)

قال السید الطحطاوی فی حاشیتہ نص علیہ فی کتاب الاثر عن الامام ولم یحک فیہ خلافا۔

سید طحطاوی نے اسکے حاشیہ میں فرمایا کہ کتاب الاثر میں امام صاحب نے اس پر نص کی ہے، اور اس میں اختلاف بیان نہیں کیا۔اھ

(مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرم باغ کراچی ص ۱۴۳)

امام علامہ جمال الدین یوسف اردبیلی شافعی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی؛ **حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینھما بقدر اربع اصابع۔** قدموں کو ملا کر رکھنا مکروہ ہے ان کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔

(الانوار لعمل الابرار لیوسف کتاب الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ۱/۶۱)

ہاں سید علّامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ، نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا۔ حاشیہ الکمثری علی الانوار میں ہے:

قولہ بقدر اربع اصابع لعلھا متفرقۃ لان فی شرح الروض بقدر شبر۔ اس کا قول چار انگلیوں کی مقدار شاید متفرق طور پر مراد ہوں کیونکہ شرح روض میں ہے کہ فاصلہ ایک بالشت ہونا چاہئے۔

(حاشیہ الکمشری علی الانوار الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر)

مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابل قبول ہوسکتا ہے کہ ہدایۃً طرز وروش ادب وخشوع سے جُدا ہے، جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید ناواقفی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال وافعالِ علماء کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۵۵)

خلاصۂ کلام: پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور احناف کا فتویٰ اس بات پر ہے کہ نماز میں حالت قیام کے وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ ہاتھ کی چاروں ملی ہوئی انگلیوں کی مقدار کے برابر ہونا چاہیئے اور اسی میں عاجزی اور خشوع ہے۔

اسی وجہ سے ہمارے پیرومرشد قدوۃ الاولیاء والعلماء شیخ المشائخ پیر پیران خواجہ خواجگان حضرت سیدنا ومرشدنا حضرت سیف الرحمٰن نوراللہ مرقدہٗ اپنے مریدین پر شریعت کے معاملے میں بہت ہی زیادہ سختی فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ مستحبات کے چھوڑنے پر بھی سرزنش فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ کاملین اولیاء کرام کا طرز وطریقہ ہے۔

جیسے کہ الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وبلغ من اعتناء الحق تعالیٰ بأحدهم: أنه كان يعاقب أحدهم على خلاف الأولیٰ۔

اور اللہ رب العزت کے فضل سے اولیاء اللہ پر یہ احسان ہے کہ اولیاء اللہ زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ وہ اپنے مریدین کو خلاف اولیٰ کام کرنے پر بھی سرزنش دیتے ہیں۔ پس سنن اور مستحبات میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۴۱)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وكان الجنيد رضى الله تعالى يقول: طريق الفقهاء هى أساس طريقنا التى بنيت عليه

ولکن زادالصوفیۃعلی الفقھاء کثرۃمراعاۃالعمل بالشریعۃوعدم التساھل فی ترک العمل بشیء منھا ای طریقھم ترک الرخص والتاویلات والاخذبالعزائم والتمسک بالمندوب کالواجب واجتناب المکروہ وخلاف الاولی کالحرام

ترجمہ: حضرت جنیدرضی اللہ عنہ فرماتے تھےکہ فقہاء کاطریقہ یہی ہمارے طریقہ کی بنیاد ہےاور ہماراطریقہ اسی پر بناء ہےلیکن صوفیاء نےفقہاء جوفضیلت حاصل کی وہ کثرت سےشریعت پرعمل کرنے کی وجہ سے کیونکہ صوفیاءان میں سےکسی عمل میں سستی اختیارنہیں کرتےیعنی ان کاطریقہ رخصت کو چھوڑنااورتاویلات کوترک کرنااورعزیمت پرعمل کرناہےاورمندوب کولازم پکڑنااورمستحب پرعمل کرناان کیلئے واجب کی طرح ہےاورمکروہ اورخلاف اولیٰ سے بچناان کے طریقے میں ایسے ہے جیسےکہ حرام سے بچنا۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃص ۱۲۷)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ(المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ یقول :الحق تعالی یمقت علی ترک الادب وعلی خلاف الاولی فضلاعن المکروہ والحرام۔

ترجمہ : اورسیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھےکہ اللہ جل شانہٗ ناراض ہوتاہےاورجلال میں آتاہےادب کے چھوڑنے پراورخلاف اولیٰ کام کرنے پرچہ جائیکہ کوئی مکروہ یاحرام کام کرے(یعنی اس پرتواوربھی جلال میں آتاہےاورناراض ہوتاہے)یعنی مستحب چھوڑنے پرجب قہرفرماتاہےتومکروہ اورحرام کے کرنے پرتوبطریق اولیٰ قہرفرماتاہے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃص ۱۸۸)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ(المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وسمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالی یقول :لایصح لمرید قدم فی الارادۃ حتی یترک المباحات جملۃ ویجعل مکان مباح ترکہ فعل مأمور شرعئ من مندوب او اولی حتی یجتنب المباح کانہ خلاف الاولی ویجتنب خلاف الاولی کانہ منھی عنہ کراھۃ تنزیہ وحتی یجتنب الحرام کانہ کفر وحتی یفعل المندوب کانہ واجب ویفعل الاولی کانہ مندوب کل ذالک تعظیما لامر اللہ تعالی ونھیہ۔

ترجمہ : اورمیں نے سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کیلئے جب طریقت میں قدم رکھے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام کے تمام مباحات کو چھوڑ دے اور ہروہ مباح جس کو اس نے چھوڑا ہے اس کی جگہ پر وہ مامور شرعی کام کرے جس کا تعلق مستحب یااولیٰ سے ہو یہاں تک کہ یہ مباح سے اس طرح سے بچے جیسے کہ خلاف اولیٰ سے بچتا ہے اور خلاف اولیٰ سے اس طرح بچے گویا کہ اس کو اس سے منع کیا گیا ہو کراہت تنزیہی کی طرح اور یہاں تک مکروہ سے اسطرح بچے گویا کہ یہ حرام ہے اورحرام سے اس طرح بچے گویا کہ یہ کفر ہے اور یہاں تک کہ مستحب پر ایسا عمل کرے گویا کہ یہ واجب ہے اوراولیٰ کام کو اس طرح کرے گویا کہ یہ مستحب ہے یہ سب کچھ کرنا اس میں اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی کی تعظیم ہے۔ (الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۹۰)

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال عبداللہ بن المبارک رضی اللہ تعالی عنہ من تھاون بالآداب عوقب بحرمان السنۃ ومن تھاون بالسنۃ عوقب بحرمان الواجبات ومن تھاون بالواجبات عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ او کما قال۔

یعنی فرمایا عبداللہ ابن مبارک ؓ نے جس نے مستحبات میں سستی کی اسے سنت سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اورجس نے سنت میں سستی کی اسے واجبات سے محرومی کی سزا ملے گی اورجس نے واجبات میں سستی کی اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، اور جس نے فرائض میں سستی کی اسے معرفت خداوندی

سے محرومی کی سزا ملے گی۔ (تفسیر عزیزی، قطب الارشاد صفحہ ۱۴، مکتبہ قاسمیہ)

معلوم ہوا کہ مستحب دراصل سنن کی تکمیل کا ذریعہ اور سبب ہے، اور سنت دراصل واجبات کی تکمیل کا ذریعہ اور سبب ہے، اور واجبات دراصل فرض کی تکمیل کا ذریعہ اور سبب ہیں، لہذا مستحب اور سنت اگرچہ فرض یا واجب کے مرتبے کی چیز نہیں ہے لیکن ان کا موقوف علیہ ضرور بنتی ہے۔ جب موقوف ضروری العمل ہو تو اس کا موقوف علیہ بھی ضروری العمل ہوگا۔

الشیخ الاجل والامام الاکمل الفقیہ الامجد طاہر بن الرشید البخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

من ترک السنة بعذر فھو معذور ولو ترک بغیر عذر تھاوناً لا یقبل فرضه ویسأل عن ترکھا۔

ترجمہ: جس نے عذر کی وجہ سے سنت کو ترک کیا وہ معذور ہے، اور جس نے بغیر عذر کے سنت کو ترک کیا تو سزا کے طور پر اس کے فرائض بھی قبول نہ کیے جائیں گے اور اس سے (سنت) ترک کرنے کے بارے میں (مرنے کے بعد) سوال ہوگا۔

اور دوسری جگہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

والواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن۔

ترجمہ: فرائض کی تکمیل واجبات میں ہے اور واجبات کی تکمیل سنن میں ہے اور سنن کی تکمیل آداب اور مستحبات میں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ جلد ا صفحہ ۶۴ ص ۵۱)

أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى 616 :هـ) لکھتے ہیں:

من ترك السنّة سئل عن تركها

ترجمہ: جس نے سنت چھوڑ دی تو اس بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔

(المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی ج ۲ ص ۴۶۷)

واقعہ:

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

نقل ان الامام النووی علیہ الرحمۃ لم یحتلم ثلاثین سنۃ سو فاتتہ صلاۃ العشاء مع الجماعۃ لیلۃ فاحتلم فی تلک اللیلۃ فکان احتلامہ عقوبۃ ترک سنۃ الجماعۃ۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ: نقل ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو تیس برس تک احتلام نہیں ہوا ایک رات ان سے عشاء کی نماز کی جماعت فوت ہوگئی پس اسی رات انہیں احتلام ہوا۔ پس احتلام کا سبب عشاء کی نماز کی جماعت فوت ہونے کی سزا کی وجہ سے تھا۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۹۸)

شریعت مطہرہ میں مستحبات پر لزوم اختیار کرنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ» :مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہُ مِنْ کُلِّ ہَمٍّ فَرَجًا، وَمِنْ کُلِّ ضِیقٍ مَخْرَجًا، وَرَزَقَہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔

(سنن ابی داؤد، جلد ۲ صفحہ ۸۵ باب فی الاستغفار، سنن ابن ماجہ، جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۴، باب الاستغفار، مشکوۃ شریف جلد ۱ باب الاستغفار صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لازم کرلیا اپنے آپ پر استغفار پڑھنے کو، تو اللہ جل شانہ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کے لئے اور ہر غم سے خلاصی کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے، اور اللہ رب العزت اسے روزی عطا فرمادیگا کہ جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

نوٹ: استغفار پڑھنا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ ایک مستحب عمل ہے، باوجودِ استحباب

نبی کریم ﷺ نے ہمیں اختیار عطا فرمائی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان اپنے اوپر مستحب عمل کو لازم کرسکتا ہے۔اسی طرح صحاح ستہ کی احادیث مبارکہ میں ایک حدیث شریف ہے:

وَأَنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ۔

ترجمہ: بے شک اللہ رب العزت کو محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔

(صحیح البخاری، باب القصد والمداومة علی العمل)

فائدہ : دوام اور ہمیشگی اس وقت آئے گی جب اس پر التزام کیا جائے۔ بدون التزام ہمیشگی نہیں آسکتی۔

مستحبات کو قبیح جاننا کفر ہے

مستحبات پر عمل نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا، لیکن ان اعمال کو قبیح جاننا، یہ کفر ہے۔

اسی وجہ سے صاحب عصام نے فرمایا : واستقباح ما جعل اللّٰہ مندوباً ایضاً کفر۔یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندوب کیا ہو اس کو برا کہنا بھی کفر ہے۔

(حاشیہ بیضاوی ص ۴۸)

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں

کہ ضروریات دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہوسکتا) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخل ایمان ہے اور بطور عناد ان کا انکار کرنا موجب کفر ہے۔

(اکفار الملحدین ص ۶۴ مکتبہ لدھیانوی)

مستحبات کی برکات :

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا بڑا گہرا تعلق ہے۔اس لحاظ سے مستحبات بھی ضروری ہیں اور تعلیم

ان کی بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے برکات وثمرات بیشمار ہیں۔

مثلاً ایک برکت تو یہ ہے کہ بعض اوقات مستحبات، معصیت سے مانع ہو جاتے ہیں، کیونکہ جو شخص تہجد، اشراق، چاشت، اوابین کا پابند ہوگا وہ بہ نسبت اس شخص کے معاصی سے زیادہ بچے گا جو محض پانچ وقت کے فرائض کا پابند ہوگا اور علاوہ اس خاصیت کے ایک طبعی راز یہ بھی ہے کہ مستحبات کی پابندی سے یہ شخص تہجد گزار، دیندار مشہور ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے گناہوں کے ارتکاب سے وہ خود بھی شرمانے لگتا ہے۔ دوسری برکت یہ ہے کہ بعض وقت کوئی فعل مستحب حق تعالیٰ کو ایسا پسند آجاتا ہے کہ وہی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

سیبویہ کی حکایت : چنانچہ سیبویہ نحوی کو جو عقیدے کے لحاظ سے معتزلہ تھا، مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے بخش دیا، پوچھا کس بات پر؟ کہا کہ ایک نحو کے مسئلے پر، اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ معرفہ کی بحث میں علماء نحو نے اختلاف کیا ہے کہ ضمائر کے اندر اعرف المعارف کون سی ضمیر ہے؟ کسی نے متکلم کی ضمیر کو اور کسی نے مخاطب کی ضمیر کو بتلایا، اور میں نے لفظِ اللہ کو اعرف المعارف کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی معرفہ نہیں، کیونکہ لفظ اللہ میں بجز ذاتِ حق کے کسی اور چیز کا احتمال ہی نہیں، بس حق تعالیٰ کو یہ بات پسند آگئی، اور فرمایا تم نے ہمارے نام کی بہت تعظیم کی، جاؤ تم کو بخش دیا۔ دیکھئے اس نحوی عالم کی مغفرت ایسے عمل پر ہوگئی جو اس نے ثواب کی نیت سے بھی نہ کیا تھا، صرف مسئلہ کے طور پر ایک بات کہی تھی مگر اسی پر فضل ہوگیا۔

ایک اور حکایت : اسی طرح ایک بزرگ جاڑے کی رات میں چلے جا رہے تھے، راستے میں ایک بلی کے بچے کو دیکھا کہ سردی کی وجہ سے ٹھٹھر رہا ہے۔ ان کو اس پر رحم آگیا اور اسے اٹھا کر گھر لے آئے اور لحاف میں چھپا لیا۔ جب ان بزرگ کا انتقال ہوگیا تو ان سے سوال ہوا کہ بتلاؤ ہمارے واسطے کیا لائے ہو؟ انہوں نے سوچا کہ اعمال تو میرے کسی قابل نہیں ہیں، کہ ان کو پیش کر دوں، لیکن الحمدللہ مجھے ایمان کی دولت حاصل ہے، اس میں ریاء وغیرہ بھی کچھ نہیں ہوسکتا، ایمان کو پیش کرنا چاہیئے۔ اس لئے عرض کیا کہ ”میں توحید لایا ہوں“۔

اس پر ارشاد ہوا :أتذکر لیلة اللبن۔ کیا دودھ والی رات بھی یاد ہے؟ تم نے ایک دن دودھ پینے کے بعد پیٹ میں درد ہو جانے پر کہا تھا کہ دودھ نے پیٹ میں درد کر دیا۔کیا یہی توحید ہے؟ کہ درد کے فعل کو اس کی طرف منسوب کیا، ہم کو چھوڑ کر دودھ کو مؤثر قرار دیا۔حالانکہ مؤثر حقیقی تو ہم ہیں ۔اب تو یہ بیچارے تھرّا اُٹھے، ارشاد ہوا تم نے اپنے دعوے کی حقیقت تو دیکھ لی، اب ہم تم کو ایسے عمل پر بخشتے ہیں جس کے متعلق تمہیں یہ وہم بھی نہ تھا کہ یہ موجب نجات ہو جائے گا۔تم نے ایک رات ایک بلی کے بچے پر جو سردی میں ٹھٹھر رہا تھا، رحم کھا کر اپنے لحاف میں سلایا تھا، تم نے ہماری مخلوق پر رحم کیا، ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم پر رحم کریں، جاؤ ہم نے تمہیں بخش دیا۔

سبحان اللہ! یہ ہیں مستحبات کی عنایات و برکات۔

فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حررہ فقیر سید عبدالحق شاہ سیفی